AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

برصغیر میں اجتہادی فکر کا پس منظر (شاہ ولی اللہ کی کوششوں کے تناظر میں)

Background of Ijtihadi Thought in the Subcontinent (In the Context of Shah Waliullah's Efforts)

Dr. Muhammad Afzal.
Assistant professor Department of Islamic Studies, AlGhazali University, Karachi
dr.afzalahmad@agu.edu.pk
Dr Abduljabbar
Assistant professor Minhaj University Lahore
ajqamar92@gmail.com
Dr. Rasheed Ahmed
Assistant professor, Al Ghazali university Karachi
rasheedahmedofficial@gmail.com

Abstract

Since the purpose of Ijtihad is not to replace divine law with human law, but to make the Islamic legal system dynamic in line with the pace of time, Ijtihad holds a vital position in Sharia and in Islamic jurisprudence as the source of life. Ijtihad has such a deep connection with Islam and its characteristics that it will be impossible to deviate from it until the Day of Judgment. From the time of the Prophet Muhammad (PBUH) to the present day, the need for Ijtihad has always arisen in every era. Each person has continued the process of Ijtihad according to the needs and circumstances of their time. During the time of Shah Waliullah, when the Muslim community was facing a crisis of intellectual and jurisprudential differences, he guided the Muslim community out of the tangled forest of blind imitation, bias, and narrow-mindedness and led them onto a clear and transparent path of thought and reflection. He clarified the true nature of the excesses and deficiencies in the jurisprudential differences and established the correct position of the Mujtahids and their Ijtihads. This article will provide a brief overview of his Ijtihadi efforts

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے کہ برصغیر میں جتنی بھی دعوتی، اصلاحی، سیاسی، علمی اور اجتہادی تحریکات نے جنم لیا سب کا فکری اور عملی مرجع ان کی ذات ہے۔ شاہ صاحبؒ سے پہلے اور خود ان کے زمانے میں معاشرہ شدید قسم کے جمود کا شکار تھا اور شریعت سے متصادم تصوفانہ نظریات کی وجہ سے بدعات کی کثرت بھی تھی۔ یہی نہیں بلکہ برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کا نتیجہ صرف نظام حکومت کی ابتری کی صورت میں ہی ظاہر نہیں ہوا بلکہ اس کے زیر اثر پورا معاشرہ ہمہ جہت زوال کا شکار ہوا۔([1]) مذہبی معاملات کے ساتھ ساتھ نظام تمدن (معیشت و معاشرت) درہم برہم ہو کر رہ گئے۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہؒ نے دینی اور سیاسی دونوں لحاظ سے مسلمانوں کی رہنمائی اور بارہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں احیاء دین کے ساتھ ساتھ ملت اسلامی کے تحفظ وبقاء کی ذمہ داری بھی ادا کی۔ انہوں نے سیاسی، اخلاقی، علمی اور معاشرتی پستی کے اس دور میں عقائد کی تفہیم و تشریح، اشاعت قرآن، حدیث و سنت کی ترویج، فقہ وحدیث میں تطبیق، امورِ تصوف سے بدعات کے خاتمے اور شریعت اسلامی کے اسرار و مقاصد کی مدلل ترجمانی کا غیر معمولی کارنامہ سرانجام دیا۔ اور لوگوں کے سامنے تصوف کا حقیقی چہرہ رکھا

[1] سراج، ڈاکٹر نجم الدین، شاہ ولی اللہ کا نظریہ اجتہاد و تقلید، یو ایم ٹی پریس، ۲۰۱۵، ص:۶۳۳
Siraj, Dr. Najamuddin, Shah Waliullah's Theory of Ijtihad and Taqlid, UMT Press, 2015, p: 633

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اور تصوف میں میں موجود گمراہ نظریات کا قلع قمع کیا اور ان خرابیوں کو دور کیا جن کی وجہ سے لوگ حقیقی تصوف سے بد ظن ہو رہے تھے۔([2])

شاہ ولی اللہ چونکہ درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور آپ صرف فقہ حنفی کے ہی عالم نہ تھے بلکہ جملہ مذاہبِ فقہ بالعموم اور مذہب حنفی و شافعی کے بالخصوص مستدلات اور دلائل و براہین پر گہری نظر رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے صحیح بخاری کا وہ نسخہ ،جو شاہ صاحب کے حلقہ درس میں رہا ہے اُس پر شاہ صاحب کے دستِ خاص کا اجازت نامہ ثبت ہے،اس کے آخر میں شاہ صاحب نے یہ الفاظ رقم کئے ہیں:

"كتبه بيده الفقير إلى رحمة الله الكريم الودود ولى الله بن عبد الرحيم بن وجيه الدين بن معظم العمرى نسبا ،الدهلوى وطنا، الأشعرى عقيدة، الصوفى طريقة، الحنفى عملاً، والحنفى والشافعي درسا ۔"([3])

شاہ صاحب، فقہ حنفی کی تقلید کے غیبی حکم اور مذہب حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے اجتہادات کے مابین تطبیق کے مثالی طریقہ کے منکشف ہونے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اور اس کے ساتھ ساتھ تمہارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فروعات میں اپنی قوم کی ہر گز مخالفت نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا ارادہ الٰہیہ کے خلاف ہے بعد ازاں اس سلسلہ میں مجھ پر ایک مثالی طریقہ منکشف ہوا جس سے مجھے سنت اور فقہ حنفی میں تطبیق دینے کی کیفیت معلوم ہوئی اور وہ اس طرح کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں سے جس کا قول سنت سے قریب ہو، میں اُس قول کو اختیار کروں اور جن اُمور کو انھوں نے عام رہنے دیا ہے، میں اُن کی تخصیص کر دوں اور مسائل فقہ مرتب کرنے میں جو مقاصد ان بزرگوں کے پیش نظر تھے اُن سے واقفیت حاصل کروں اور سنت سے جو عام مفہوم متبادر ہوتا ہے میں اُس پر انحصار کروں اور اس معاملہ میں نہ تو دور از قیاس تاویل سے کام لیا جائے اور نہ ایک حدیث کو دوسری حدیث سے ٹکرانے کی نوبت آئے اور نہ اُمت کے کسی فرد کے قول کے مقابلہ میں صحیح حدیث کو ترک کیا جائے۔ سنت اور فقہ حنفی میں باہم مطابقت دینے کا یہ طریقہ ایسا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس طریقہ کو پورا فرمادے تو یہ دین کے حق میں کبریت احمر اور اکسیر اعظم ثابت ہو گا۔"([4])

فقہ حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے اجتہادات کے مابین تطبیق کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنفی مذہب کے ایک بڑے اچھے طریقے سے مجھے آگاہ فرمایا اور مذہب حنفی کا یہی طریقہ، اُن مشہور احادیث سے، جو امام بخاری اور اُن کے اصحاب کے زمانے میں جمع کی گئیں اور اُن کی اس زمانے میں جانچ پڑتال بھی ہوئی،

---

[2] سعیدی، سعید احمد، فقہی اختلاف و تطبیق: امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ کے نظریات کا تقابلی مطالعہ، صبح نور پبلی کیشنز، ۲۰۲۲، ص: ۲۵۴
Saeedi, S. A. (2022). Fiqhī ikhtilāf and its application: A comparative study of Imam Sha'rani and Shah Waliullah's views. Subah Noor Publications. p. 254.

[3] ندوی، مسعود عالم (تعارف)، الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر)، ص: ۲۴۷
Nadwi, M. A. (n.d.). Introduction. Al-Furqan (Shah Waliullah Number), p. 247.

[4] شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین (اکتیسواں مشاہدہ)، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۱۴ء، ص: 77
Shah Waliullah. (2014). Fuyūz al-Haramayn (Thirty-first observation). Dar al-Ishaat, Karachi. p. 77.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

موافق ترین ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال میں سے وہ قول لیا جائے جو زیر بحث مسئلہ میں مشہور احادیث سے سب سے زیادہ قریب ہو اور پھر ان فقہائے احناف کے فتاوی کی پیروی کی جائے، جو علمائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں، چنانچہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے دونوں ساتھی، جہاں تک اُن چیزوں کے اصول کا تعلق تھا، وہ اس معاملے میں خاموش رہے لیکن اُن کی نفی بھی نہیں کی لیکن ہمیں ایسی احادیث ملتی ہیں، جن میں ان چیزوں کا ذکر ہے اس حالت میں ان چیزوں کا اثبات ظاہر ہے لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ اعمال اور احکام میں اس روش کو اختیار کرنا بھی مذہب حنفی میں داخل ہے۔" ([5])

شاہ ولی اللہ اجتہاد و تقلید کے سلسلے میں شافعی مذہب سے زیادہ قریب تھے۔ بنیادی تبدیلیاں لانے والے اجتہاد کی گنجائش تھی۔([6]) انہوں نے اس بارے میں شافعی مذہب کے شیوخ جیسے النووی سے اتفاق کیا کہ مطلق اجتہاد کی گنجائش ہے جبکہ اسکول کے بانی موجود نہیں ہیں۔ یہ نظریہ اس امکان کو تسلیم کرتا ہے کہ اسکولوں کے بانیوں کی برتری کو کم کیے بغیر مجتہد مطلق ہوسکتے ہیں۔([7])

ابو الحسن علی ندویؒ نے شاہ ولی اللہؒ کی خدمات کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

"شاہ صاحبؒ سے اللہ تعالیٰ نے تجدید و اصلاح امت، دین کے فہم صحیح کے احیاء، علوم نبوت کی نشر و اشاعت اور اپنے عہد و ملت کے فکر و عمل میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا کرنے کا جو عظیم الشان کام لیا، اس کا دائرہ ایسا وسیع اور اس کے شعبوں میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے جس کی مثال معاصر ہی نہیں، دور ماضی کے علماء و مصنفین میں بھی کم نظر آتی ہے، اس کی وجہ (توفیق اور تقدیر الٰہی کے ماسوا) اس عہد کے حالات کا تقاضا بھی ہو سکتا ہے جو شاہ صاحب کے حصہ میں آیا اور وہ جامعیت، علوئے ہمت اور مخصوص تعلیم و تربیت بھی جو شاہ صاحب کے خصائص میں سے ہے، اس سب کا نتیجہ تھا کہ شاہ صاحب نے علم و عمل کے اتنے میدانوں میں تجدیدی و اصلاحی کارنامہ انجام دیا کہ ان کے سوانح نگار اور اسلام کی تاریخ دعوت و عزیمت پر قلم اٹھانے والے کیلئے، ان کا احتواء اور ان سب کا تفصیلی و تحلیلی جائزہ لینا دشوار ہو گیا ہے۔"([8])

---

[5] ایضاً، (انیسواں مشاہدہ)، ص: 59-60

Also, (Nineteenth observation), p. 59-60.

[6] شاہ ولی اللہ، الانصاف فی بیان سبب اختلاف، مجتبائی پریس، دلی، ۱۹۳۳، ص: ۷۶

Shah Waliullah. (1933). Al-Insāf fi Bayān Sabab Ikhtilāf. Mujtaba Press, Delhi. p. 76.

[7] Redolf, Peters, Ijtihad & Taqlid in 18th & 19th Century, Die welt deo Aslam's XX (3-4 1980), P:137

بحوالہ امام شاہ ولی اللہ: افکار و آثار، مرتب از پروفیسر اختر الواسع، فرحت احساس، نئی دہلی، البلاغ پبلی کیشنز، ۲۰۱۲، ص: ۶۴، ۶۳

Peters, R. (1980). Ijtihad & Taqlid in 18th & 19th Century. Die Welt des Islams, XX(3-4), p. 137. In Akhtar Al-Wasee, Imam Shah Waliullah: Afkār wĀ'āthār, compiled by Farhat Ihsas. Al-Balag Publications, New Delhi. pp. 63-64.

[8] ابو الحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس نشریات اسلام کراچی، ج ۵، ص ۱۳۰

Nadwi, A. H. A. (n.d.). Tārīkh Da'wat wa Azmāt (Vol. 5). Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi. p. 130.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مولانا شبلی نعمانی حضرت شاہ صاحب کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں :

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود ان ہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا، اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ آخر زمانے میں جب کہ اسلام کا نفس باز پیشین تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"([9])

نواب صدیق الحسن آپ کی عظمت و مقام کا اعتراف کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

" اگر وجود او در صدر اول و درزمانہ ماضی می بود امام الائمہ وتاج المجتہدین شمار می شود۔"([10])

"اگر آپ پہلے زمانے میں پیدا ہوتے تو آپ کا شمار اماموں کے امام اور مجتہدوں کے سرداروں میں کیا جاتا۔"

شاہ ولی اللہؒ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہ صرف بر صغیر بلکہ پورے عالم اسلام کی ان چند فکر انگیز ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے قوانین شریعت اور اسلامی اقدار کو عمرانی، آفاقی اور تاریخی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے اور قانون اسلامی کو ایک عالمگیر قانون کے طور پر پیش کیا ہے۔ فقہ اسلامی کے ارتقاء اور قوانینِ شریعت کے فلسفے میں وہ عمرانی اصولوں کے پیش نظر رسم و رواج اور مختلف قوموں اور زمانوں کی مروجہ عادات و خصائل کو اساسی حیثیت دیتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے نزدیک:

''اعلم ان الرسوم من الارتفاقات هی بمنزلة القلب من جسد الإنسان،وایاها قصدت الشرائع أولاً وبالذات وعنها البحث فی النوامیس الالہٰیة ألیها الاشارات،ولها اسباب لمایجده الناس فی صدورهم ،فیتلقونها بشهادة قلوبهم ------ والسنن السائرة وان كانت من الحق فی اصل امرها لكونها حافظة علی الارتفاقات الصالحة۔''([11])

"ارتفاقات کے تمدنی ارتقاء میں رسوم کا وہی درجہ ہے جو انسان کے جسم میں قلب کا ہے۔ شریعت نازل ہونے کے وقت انہی کو سب سے پہلے پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر رسوم کی اصلاح اور اُن میں مناسب شکست وریخت کرنا نازل شدہ شریعت میں ایک مقصود بالذات چیز ہوتی ہے۔ نوامیسِ الٰہیہ (شریعت) میں انہی کے متعلق بحث ہوتی ہے اور کلام مقدس میں ان کے متعلق اشارات پائے جاتے ہیں۔ ان رسومات کا مآخذ مختلف ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس قسم کی رسوم اختیار کرنے پر لوگ اپنے آپ کو طبعاً مائل پاتے ہوں۔۔۔۔۔ رسوم کا اصل مقصد یہ ہے کہ ارتفاقات صالحہ کو کسی نہ کسی صورت میں محفوظ رکھا جائے اس لئے کہ ان کی اصلیت نیکی اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور اس لئے ہم رسوم کو مطلقاً باطل یا عبث نہیں کہہ سکتے۔"

---

[9] نعمانی، مولانا شبلی، علم الکلام اور کلام، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، ج:۱، ص:۸۷

Naimani, S. M. (1979). Ilm al-Kalām aur Kalām. Nafis Academy, Karachi. Vol. 1, p. 87.

[10] بھوپالی، صدیق حسن، اتحاف النبلاء، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۸۸ھ، ص:۳۰

Bhupali, S. H. (1288 AH). Itḥāf al-Nablā'. Matba Nizami, Kanpur. p. 30.

[11] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، (2004ء)، ج:۱، ص:۱۱۶،۱۱۵

Shah Waliullah. (2004). Ḥujjat Allah al-Bāligha (Vol. 1). Dar al-Ma'arifah, Beirut, Lebanon. pp. 115-116.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ تشریع کے دورِ اوّل میں عربوں کے رسم و رواج کا کسی حد تک لحاظ رکھا گیا اس لئے کہ اسلام کے پہلے مخاطب وہی تھے اب جس جس قدر زمانہ اور حالات بدلتے جائیں گے تشریع کی تفصیلات و تشریحات بھی اقوام کی ضروریات و حالات کے مطابق قرآن کے بنیادی اصولوں کے پیش نظر تشکیل پاتی رہیں گی۔ لہٰذا کسی خاص زمانے اور حالات کے تحت کئے گئے فیصلے ہر دور میں اسی طرح واجب التعمیل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر زیادہ وضاحت سے فرماتے ہیں۔

"اس قسم کی شریعت کیلئے جس کا مقصد تمام اقوام عالم کی اصلاح ہو، اس کے حق میں تشریع کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ شعائر اور حدود اور مصالح عامہ کے باب میں اس قسم کی عادات کو ملحوظ رکھا جائے جس میں اس نبی کی بعثت ہوئی ہے لیکن ساتھ ہی آنے والی نسلوں (اور اطراف واکناف عالم میں رہنے والی اقوام) پر بھی سختی نہ کی جائے اور ایک تنگ و محدود دائرے میں ان کو محبوس رکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔"([12])

اس طرح شاہ صاحب نے بڑی وضاحت سے یہ بات کہہ دی ہے کہ چونکہ شریعتِ اسلامیہ آفاقی و دائمی ہے اس لئے تمام اقوامِ عالم اور تمام ادوار اور زمانوں اور ان کے معاشرتی پس منظر کے اعتبار سے ان کی تشریح و تعبیر نو ہوتی رہے گی۔ نتیجتاً کسی ایک زمانے، قوم یا معاشرے میں تشکیل پانے والے قوانین دوسری اقوام اور زمانوں کیلئے ضروری قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ قانون سازی کے وقت یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اس کی بنیاد اصولِ عامہ پر ہو اور کسی خاص قوم کی عادت کا سب کو پابند نہ بنایا جائے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے ان وہبی کمالات اور تجدیدی امتیازات میں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص طور پر نوازا تھا، وہ متوازن و معتدل مسلک اور وہ نقطہ اعتدال ہے، جو انہوں نے اجتہاد و تقلید کے درمیان اختیار کیا اور جو ان کی طبع سلیم، ذوق صحیح اور حقیقت پسندی کا بہترین مظہر ہے۔ شاہ صاحب نے غایت انصاف اور حد درجہ اعتدال کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ فقہی مذاہب کی تقلید پر ہر صورت اصرار کے ساتھ ساتھ فقہاء کی دینی بصیرت اور خدمات کا انکار اور ان سے استفادہ نہ کرنا دونوں درست طرز عمل نہیں۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو ہر مسلمان کو خواہ عامی ہو یا خاص براہ راست کتاب و سنت پر عمل کرنے اور ہر معاملہ میں وہیں سے احکام حاصل کرنے کا مکلف قرار دیتے تھے اور تقلید کی مطلق حرمت کے قائل تھے۔ دوسری طرف وہ گروہ تھا جو تقلید کو ہر مسلمان پر واجب قرار دیتا تھا اور اس کے تارک کو راہ ہدایت سے دور اور سخت گناہ گار تصور کرتا تھا۔

شاہ صاحبؒ نے اس بحث کو حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

"دولت شام (اُموی سلطنت) کے خاتمہ تک کوئی شخص خود کو حنفی یا شافعی نہ کہتا تھا بلکہ سب اپنے ائمہ اور اساتذہ کے طریقہ پر دلائل شرعی سے استنباط کرتے تھے۔ عباسی سلطنت کے زمانہ میں ہر ایک نے اپنا ایک نام معین کیا اور یہ کیفیت ہو گئی کہ جب تک اپنے مذہب کے بڑوں کی نص نہ پاتے قرآن و حدیث کی دلیل پر حکم نہ دیتے۔ اس طرح وہ اختلافات جو تاویل کتاب و سنت کے اقتضاء سے ناگزیر طور پر پیدا ہوئے تھے، مضبوط بنیادوں پر جم گئے پھر جب دولتِ عرب کا خاتمہ ہو گیا (یعنی ترکی

---

[12] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ترجمہ مولانا عبدالرحیم، لاہور، ۱۹۸۳ء، ج ۱، ص ۵۶۷

Shah Waliullah. (1983). Ḥujjat Allah al-Bāligha (Translation by Maulana Abdul Rahim). Lahore. Vol. 1, p. 567.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اقتدار کا زمانہ آیا) اور لوگ مختلف ممالک میں منتشر ہو گئے تو ہر ایک نے جو کچھ اپنے مذہب فقہی سے یاد کیا تھا اُسی کو اصل بنا لیا۔ پہلے جو چیز مذہبِ مستنبط تھی، اب وہ سنتِ مستحضرہ بن گئی۔ اب ان کے علم کا مدار اس پر رہ گیا کہ تخریج کریں اور تفریع پر تفریع کریں۔"([13])

شاہ صاحبؒ فقہائے اہل حدیث اور فقہائے اہل الرائے دونوں کو اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ان کے نزدیک اوّل الذکر گروہ ظواہر قرآن وحدیث تک محدود نہ رہے نتیجہ کہ تفقہ بالکل نظر انداز ہو جائے جس طرح اہل ظاہر نے کیا اور ثانی الذکر گروہ اقوالِ ائمہ کو تقدس کا وہ درجہ نہ دے کہ نصوصِ قرآن وحدیث سے بھی وہ فائق تر ہو جائیں بلکہ اس کے بین بین راستہ اختیار کیا جائے۔ فقہاء کی فقہی کاوشوں سے بھی پورا استفادہ کیا جائے لیکن نصوصِ صریحہ کا بھی پورا احترام وتقدس ملحوظِ خاطر رہے۔

شاہ صاحبؒ تقلید پر جمود اور ظاہر پرستی دونوں پر تنقید کرتے ہوئے دونوں رویوں کو حق سے دوری خیال کرتے ہیں اور انہوں نے اسے کم فہمی قرار دیا ہے۔

انی اقول لهؤلاء المسلمين انفسهم بالفقهاء الجامدين على التقليد يبلغهم الحديث من احاديث النبى صلى الله عليه وسلم باسناد صحيح وقد ذهب اليه جمع عظيم من الفقهاء المتقدمين ولايمنعهم الا التقليدلمن لم يذهب اليه وهؤلا الظاهرية المنكرين للفقهاء الذين هم طراز حملة العلم وائمة اهل الدين انهم جيمعاً على سفاهة وسخانة رأى وضلالة وان الحق بين بين۔ ([14])

”میں ان نام کے فقہاء سے کہتا ہوں جن میں تقلید کی وجہ سے انتہائی جمود آ چکا ہے جب ان کو صحیح حدیث پہنچتی ہے جو امت میں معمول بہا ہے تو وہ صرف ان لوگوں کی تقلید کی وجہ سے جن کے مسلک کے خلاف یہ حدیث ہے، اس حدیث کا انکار کر دیتے ہیں اور بالکل ظاہر پرست حضرات سے بھی کہتا ہوں جو ایسے فقہاء کا انکار کرتے ہیں جو حاملینِ علم اور ائمہ دین ہیں کہ یہ دونوں فریق غلط راہ پر جا رہے ہیں۔ یہ کم فہمی کی راہ ہے اور حق ان دونوں کے بین بین ہے۔“

امت میں وسیع پیمانے پر اتفاق رائے پیدا کرنے کیلئے انہوں نے جو طریقہ بیان کیا ہے وہ انتہائی معقول اور حقیقتاً الہامی معلوم ہوتا ہے۔ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

’’ونشأ فى قلبى داعية من جهة الملاء الاعلٰى تفصيلها ان مذهبى ابى حنيفة والشافعى هما مشهور ان فى الامة المرحومة وهما اكثر المذاهب تابعاً وتصنيفاً وكان جمهور الفقهاء المحدثين والمفسرين والمتكلمين والصوفية متمذهبين بمذهب الشافعى وجمهور الملوك وعامة اليونان متمذهبين بمذهب ابى حنيفة وان الحق الموافق لعلوم الملاء على اليوم ان يجعلا كمذهب واحد يعرضان على الكتب المدونة فى حديث النبى صلى الله عليه وسلم من الفريقين فما كان موافقاً بها يبقى ومالم يوجد له اصل يسقط، والثابت منها بعد النقد ان توافق بعضه بعضاً فذلك الذى يعض عليه بالنواجذ وان تخالف تجعل المسئلة على قولين ويصح

[13] جعفری، حسین محمد، اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، کراچی، پاکستان سٹڈی سینٹر، ۱۹۸۸ء، ص:۱۷۳

Jafari, H. M. (1988). Iqbal: The Reformation of Islamic Thought. Pakistan Study Centre, Karachi. p. 173.

[14] شاہ ولی اللہ، تفہیمات الٰہیہ، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، طبع جدید، ج ۱، ص:۲۷۷

Shah Waliullah. (n.d.). Tafhīmāt Ilāhīyah (Vol. 1). Shah Waliullah Academy. p. 277.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

العمل علیهما۔'' (15)

''مالا اعلیٰ کی طرف سے میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب کو جو امت میں مشہور ہیں، ان دونوں کو یکجا کر دیا جائے (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) دونوں مذاہب کے فقہاء و علماء کی مرتبہ کتابوں کو حدیث نبویؐ پر پیش کیا جائے جو مسائل حدیث کے موافق ہوں، قبول کر لئے جائیں اور جن کی اصل حدیث میں نہ ہو، انہیں ساقط کر دیا جائے۔ اس طرح نقد و نظر (جانچ پڑتال) کے بعد جن مسائل میں اتفاق ہو جائے ان پر مضبوطی سے عمل کیا جائے۔ اگر احادیث مختلف ہوں تو وہاں دو رائیں تصور کر لی جائیں اور دونوں پر عمل صحیح سمجھا جائے۔''

شاہ صاحب نہ ان مقلد فقہاء کی طرح ہیں جو اپنے امام کے قول سے سر مو تجاوز نہیں کرتے، نہ اصحابِ ظواہر کی طرح ہیں جو قیاس اور اجماع کو حجت نہیں مانتے، نہ ان متقدمین اہل حدیث کی طرح جو مجتہدین کے اقوال کی طرف قطعاً التفات نہیں کرتے۔ شاہ صاحب کا متذکرہ بالا نقطہ نظر سمجھنے کے بعد تقلید اور اجتہاد سے متعلق ان کے نظریات کا سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ تفہیماتِ الٰہیہ میں لکھتے ہیں۔

"چونکہ مسائل لامحدود ہیں اور جب تک دنیا ہے یہ پیدا ہوتے رہیں گے اور کتب فقہ میں جو کچھ درج ہے وہ ناکافی ہے۔ اس بنا پر ہر زمانے میں مجتہدین کا ہونا ضروری اور اجتہاد فرض ہے۔ البتہ چونکہ اب کوئی مجتہد آئمہ مجتہدین کی کوششوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر یہ اجتہاد مستقل نہیں ہوگا جیسا کہ امام شافعی کا اجتہاد تھا۔"(16)

شاہ صاحبؒ کے نزدیک اس اجتہادِ مطلق کا ان آئمہ کے ساتھ انقطاع ہو گیا۔ اب آئندہ جو کوئی بھی مجتہد ہو گا اسے لامحالہ ان آئمہ فقہ کے نظائر و دلائل کو پیش نظر رکھنا ہو گا اور ان کے جمع کردہ سرمایہ احکام و مسائل پر اسی طرح نظر رکھنا ہو گی جس طرح بعد میں آنے والے کسی بھی بڑے سے بڑے جج یا وکیل کو اپنے ما قبل جج یا وکیل کے نظائر و دلائل کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے یا ایک محقق کو اپنے پہلے والے محقق کی تحقیقات کو سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ اجتہاد مطلق کا یہ انقطاع معروضی حالات کا نتیجہ ہے جس طرح ہر علم کی کچھ مبادیات ہوتی ہیں، ان کے طے ہونے کے بعد ان سے متعلق مزید ضرورت باقی نہیں رہتی اور اگر کوشش کر لی بھی جائے تو نتائج وہی نکلتے ہیں جو پہلے سے موجود تھے۔ اب کوئی مجتہد وہاں سے اپنا سفر شروع نہیں کرے گا جہاں سے ان ائمہ اعلام نے شروع کیا بلکہ وہ اپنا سفر پچھلی کاوشوں سے آگے شروع کرے گا۔ لہٰذا اس انقطاع کا تعلق اس ابتدائی ضرورت کے پورا ہونے سے ہے۔ اس انقطاع کی حیثیت باب اجتہاد میں سدباب کی نہیں۔

شاہ صاحبؒ نے تقلید کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے اسے احکام شریعت پر سہولت کے ساتھ عمل کرنے کی ایک انتظامی تدبیر قرار دیا ہے لیکن وہ اس پر شدت سے اصرار (اجتہادی مسائل اور آراء کو نصوص قطعی کا درجہ دے دینا) کی سخت لفظوں میں تردید کرتے ہیں۔

''واشهد لله بالله انه كفر بالله ان يعتقد فى رجل من الامة ممن يخطى ويصيب ان الله كتب على اتباعه حتمًا وان الواجب عليه والذى يوجبه هذا الرجل علىّ ولكن الشريعة الحقة قدثبت قبل هذا الرجل بزمان قد وعاها العلماء واداها الرواة وحكم بها الفقهاء وانما اتفق الناس

---

15 ایضاً، ص:۲۷۸

Ibid., p. 278.

16 جعفری، حسین محمد، اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، کراچی، پاکستان سٹڈی سینٹر، ۱۹۸۸ء، ص: ۶۰

Jafari, H. M. (1988). Iqbal: The Reformation of Islamic Thought. Pakistan Study Centre, Karachi. p. 60.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

على تقليد العلماء على معنى انهم رواة الشريعة عن النبى صلى الله عليه وسلم وانهم علموا مالم نعلم وانهم اشتغلوا بالعلم ما لم نشتغل۔''(17)

"میں اللہ کیلئے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امت میں سے کسی آدمی کے متعلق جس سے خطاوصواب دونوں باتوں کا احتمال ہے، یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ نے اس کی اطاعت مجھ پر فرض کر دی ہے اور میرے لئے صرف وہی چیز ہے جسے وہ واجب قرار دے، کفر ہے کیونکہ شریعت اس شخص سے مدتوں پہلے سے موجود ہے۔ لوگوں نے علماء کی تقلید پر صرف اس لئے اتفاق کیا کہ وہ در حقیقت آنحضرتؐ سے شریعت کے راوی ہیں، انہیں علم ہے ہمیں نہیں اور علم ان کا مشغلہ ہے جبکہ ہمارا مشغلہ علم نہیں۔"

شاہ صاحبؒ ان لوگوں کیلئے جو عامی کی سطح سے بلند ہو، تقلید جامد کو درست قرار نہیں دیتے۔ اجتہاد کا دروازہ ان کے نزدیک مسدود نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اجتہاد ہر زمانے میں فرض کفایہ ہے اور ہر زمانے میں کم از کم کسی مجتہد منتسب کا ہونا ضروری ہے۔ شاہ صاحبؒ کی درج بالا تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اجتہاد اور تقلید کے مابین ایسا طرز عمل اختیار کیا ہے جو فطرتِ انسانی، واقعات اور مقاصد شریعہ سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اجتہاد اور تقلید کے باب میں شاہ ولی اللہ کا طرز عمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انہوں نے تقلید کے ساتھ یہ شرط لگادی ہے کہ اس بارے میں ذہن صاف اور نیت درست ہو کہ مقصود صاحب شریعت کی اتباع اور کتاب وسنت کی پیروی ہے اور یہ اس اعتماد پر ہے کہ ہم جس کو واسطہ بنا رہے ہیں، وہ کتاب وسنت کا عالم اور شریعت اسلامی کا محض نمائندہ اور ترجمان ہے، نیز یہ کہ ذہن اس کیلئے تیار رہے (خواہ اس کا موقع مدتوں میں آئے) کہ جب اس بات کا یقین پیدا ہو جائے گا کہ صورتحال اس سے مختلف ہے اور سنت سے ثابت حکم دوسرا ہے تو ایک صاحبِ ایمان کو دوسری شکل کے اختیار کرنے میں کبھی تامل نہ ہو گا۔"(18)

''فلا و ربک لا يؤمنون حتى يحكموک فيماشجر بينهم ثم لايجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما ۔''(19)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں (بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں) تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

فقہائے امت کی کاوشوں اور مذاہب اربعہ کے قبول وحسن اور اس فقہی وحدیثی ذخیرہ کو بیش قیمت اور قابل استفادہ قرار دیتے ہوئے اور اس سے بے نیازی واستغناء کو مضر ومحرومی کا سبب جانتے ہوئے شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد ہر دور کی ضرورت، تمدن ومعاشرت کی تغیر پذیری اور نمو وارتقا کی صلاحیت اور انسانی ضروریات کے تسلسل کا فطری تقاضا اور شریعت اسلامی کی وسعت، قیامت تک انسانوں کی رہنمائی اور معاشرہ کے جائز تقاضوں کی تکمیل کی صلاحیت رکھنے کا ثبوت ہے۔ فقہاء کی یہ کاوشیں جن کی بدولت قانون اسلامی کو عظیم وسعت اور نظم وارتباط

---

17 شاہ ولی اللہ، تفہیمات الٰہیہ، ج:۱، ص:۲۷۹

Shah Waliullah. (n.d.). Tafhīmāt Ilāhīyah (Vol. 1). p. 279.

18 ایضاً، ج:۲، ص:۲۱۲

Also, (Vol. 2), p. 212.

19 النساء، ۴:۲۵

Quran, 4:25.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حاصل ہوا قابل صد احترام ہے تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ فقہاء نے اپنے حالات اور عرف کا بھی اپنے اجتہاد میں لحاظ رکھا اور شرعی احکام مستنبط کئے۔ اب اگر حالات کے تقاضے اور عرف بدل چکے ہیں اور نئی تہذیب و تمدن نے بہت سی نئی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں لہٰذا نئے حالات، ضروریات اور عرف کے لحاظ سے قانون سازی معاشرہ کی انتہائی اہم ضرورت ہے۔ ان حالات میں گزشتہ صدیوں کے فقہاء کے وہ اجتہادی احکام جن کا تعلق معاشرتی رسم ورواج، ضروریات اور عرف سے تھا ان پر اصرار قانون اسلامی کو معطل کرنے کا باعث ہو گا۔

شاہ صاحب نے ابن حزم کے حرمت تقلید کے نقطہ نظر پر بڑا متوازن اور وقیع نقد بھی کیا ہے۔ پھر ان چند اشخاص کا تذکرہ بھی کیا ہے جن پر تقلید حرام ہے۔ جبکہ عام آدمی پر تقلید کو واجب قرار دیا ہے۔(20)

''التقليد حرام ولايحل لاحد ان يأخذ قول احدغيررسول الله صلى الله عليه وسلم بلابرہان۔''(21)

"تقلید حرام ہے اور کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہؐ کے سوا کسی کے قول کو بلا دلیل قبول کرے) سے اس شخص کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں جو بوجوہ براہِ راست نصوص تک رسائی نہیں رکھتا اور نہ ہی استنباط مسائل کی صلاحیت حاصل ہے اگر وہ شخص کسی خدا ترس عالم کی بات پر فقط اس ارادے سے عمل کرتا ہے کہ اس کی نیت محض شریعت کی پیروی اور رسول اللہؐ کی اتباع ہے۔ ایسے شخص کے متعلق یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے کہ اس کا یہ طرزِ عمل قابل مذمت ہے۔ یہ بات عوام الناس کیلئے امورِ دینیہ کے متعلق سخت تذبذب اور تعطل پیدا کرنے کا باعث ہو گی اور انہیں ایک ایسی تکلیف میں مبتلا کرے گی جس کا ان کے پاس کوئی حل نہیں اور شریعت میں جو کہ مصالح کے بلند ترین مراتب پر ہے ایسا حرج ممکن نہیں۔"

مذاہب اربعہ کے متعلق حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو کہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان چاروں کو بالکل نظر انداز کر دینے میں بڑا فساد ہے، اس کے کئی وجوہ و اسباب ہیں، ایک یہ کہ امت کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ شریعت کے معلوم کرنے کے بارے میں وہ سلف متقدمین پر اعتماد کرے، تابعین نے اس بارے میں صحابہؓ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر و علیٰ ہذا القیاس ہر دور کے علماء نے اپنے پیشرووں پر اعتماد کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے ان اقوال کے جاننے اور سابقین سے مدد لینے کی ضرورت ہے، دوسرے علوم وفنون اور ہنروں اور پیشوں کا بھی یہی حال ہے، صَرف نحو، طب، شاعری، لوہاری، نجاری، رنگ ریزی، سب اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب ان کے استادوں اور ان کے ساتھ اشتغال رکھنے والوں کی صحبت اختیار کی جائے، اس کے بغیر مہارت حاصل ہو جائے ایسا بہت کم پیش آتا ہے، اگرچہ عقلاً ایسا ممکن ہے لیکن واقعتاً ہوتا نہیں ہے۔"(22)

---

20 سعیدی، فقہی اختلاف و تطبیق، ص:۲۴۷

Saeedi, S. A. (2022). Fiqhī Ikhtilāf and its application, p. 247.

21 شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص:۱۵٤

Shah Waliullah. (2004). Ḥujjat Allah al-Bāligha, p. 154.

22 ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ج:۵، ص:۲۰۸

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اجتہاد اور تقلید کے متعلق جو اعتدال حضرت شاہ صاحبؒ کی تعلیمات میں ملتا ہے وہ شریعت کے مزاج اور روح کے عین مطابق ہے انہوں نے اجتہاد کی ضرورت کے ساتھ ساتھ تقلید کے مسئلہ کو بہت خوبی اور حقیقت پسندی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شاہ صاحب نے علامہ سیوطی کے حوالہ سے ابن صلاح، نووی اور رافعی کے جو خیالات نقل کئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے۔

1. چونکہ اجتہاد فرض کفایہ ہے اس لئے ہر زمانہ میں مجتہد کا ہونا ضروری ہے۔
2. مجتہد مستقل کا وجود ہر زمانے میں ضروری نہیں بلکہ تیسری صدی ہجری کے بعد سے کوئی مجتہد مستقل پیدا نہیں ہوا۔
3. البتہ ہر زمانہ میں مجتہد مطلق منتسب کا وجود ضروری ہے کیونکہ یہ فرض کفایہ مجتہد مقید سے پورا نہیں ہوتا۔([23])

شاہ صاحبؒ کے نزدیک ہر دور میں اجتہاد کے فرض کفایہ ہونے کے دو وجوہ ہیں۔

1. مسائل کثیر الوقوع اور غیر محصور ہیں، ان میں احکام الٰہی کی معرفت واجب ہے اور جو مدون ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے وہ ناکافی ہے۔
2. اس مدون ذخیرہ میں بھی بڑے اختلافات ہیں اور دلائل کی طرف رجوع کے بغیر انہیں حل نہیں کیا جاسکتا۔"([24])

نئے پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل دریافت کرنا اور اختلافات کی صورت میں ادلہ کی طرف رجوع کر کے ان کا حل دریافت کرنا ہی اجتہاد کہلاتا ہے لہٰذا شاہ صاحب کی رائے میں اجتہاد ہر دور میں فرض کفایہ ہے۔ تعصب اور حکمرانوں کی شرعی احکام سے بے اعتنائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر علوم کی طرح نیر میں بھی ایک گونہ تعطل رونماء ہو چکا ہے۔ امت مسلمہ علمی انحطاط اور ذہنی پستی کا شکار ہو چکی ہے۔ جس کا اظہار علامہ اقبال یوں فرماتے ہیں:

ایک وہ زمانہ تھا کہ مغربی فکر اسلام کی رسم پر خوشہ چین تھی لیکن اب مسلم فکر سرعت کے ساتھ وہ مغرب کی طرف گامزن ہے۔ ان حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ جیسا بیدار مغز، معاملہ فہم، دور اندیش تجدیدی زبان رکھنے والا آدمی پورے ماحول کی اس نامناسب کیفیت پر کیسے مطمئن ہو سکتا تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے ان تمام خرابیوں کا بغور جائزہ لیا اور اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ موجودہ زمانے کے طرز فکر سے آگہی پیدا کی جائے، اور جن نتائج تک موجودہ علم نے رسائی حاصل کی ہے ان سے پورا استفادہ کیا جائے۔ اسلامی فکر کی روایات کا پوری طرح لحاظ رکھتے ہوئے اجتہاد کے لئے راہ ہموار کی جائے تاکہ علم کی ترقی کے ساتھ فکر کے نئے نئے راستے کھلتے رہیں۔

آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ نئی نسل مذہب کے اصل سرچشموں تک رسائی حاصل کر کے تقلید جامد کے طرز کہن کو ترک کرے۔ مسلمان کتاب و سنت کے اصل نصوص کو غور و فکر کا مرکز بنائیں۔ نظر میں وسعت اور فکر میں گہرائی پیدا کریں۔ خود ساختہ معاشرتی رسم و رواج کی بندشوں سے آزاد ہوں۔ وہ جدید طبقہ کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ اسلام محض انفرادی نجات کا قائل نہیں ہے بلکہ وہ پوری دنیا کے لئے راہ نجات

Nadwi, A. H. A. (n.d.). Tārīkh Da'wat wa Azmāt (Vol. 5), p. 208.

[23] محمد مظہر بقاء، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، بقاء پبلی کیشنز کراچی، ۱۹۸۶ء، ص:۵۷۳

Mazhar-Baqa, M. (1986). Usul al-Fiqh and Shah Waliullah. Baqa Publications, Karachi. p. 573.

[24] ایضاً، ص:۵۷۵

Also, p. 575.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہے۔اسلامی فکر کا اصل سر چشمہ قرآن کریم اور حدیث نبویہ ہیں۔ان سے صرف نظر کر کے جو اجتہاد کیا جائے گا۔وہ اجتہاد نہیں بلکہ شریعت اسلامی کے ساتھ اختلاف ہو گا۔جس کو .N.D. Anderson یوں واضح کرتا ہے:

"It is not society that influences law, but the law that provides a divinelyrevealed form and standard to which Muslim society is under a perpetual duty to conform". (25)

"یہ سوسائٹی نہیں جو قانون کو متاثر کرتی ہے بلکہ یہ قانون ہے جو وحی کردہ ایک ایسا قاعدہ اور معیار مہیا کرتا ہے جس کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا مسلمان سوسائٹی پر دواماً فرض ہے۔"

اجتہاد کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ماضی سے فکری رشتہ کاٹ لیا جائے۔تمام مجتہدین امت نے ہمیشہ ماضی سے اپنا رشتہ استوار رکھا ہے۔ایسا کرنے سے نئے مجتہدات اصل سر چشمہ سے منسلک ہو سکتے ہیں۔اس سے ہر گز یہ مراد نہیں کہ قدیم فقہ عصر حاضر میں بھی اسی طرح قابل عمل اور قابل نفاذ ہے، جس طرح ان حالات میں تھی۔یہ کسی صورت میں درست نہیں ہے۔یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ رائے ہے۔اصول کی حدود میں رہتے ہوئے مختلف جزئیات کا استخراج اور نئے نئے مسائل کی تخریج عہد سابق میں بھی علماء کرتے رہے ہیں۔تدوین کے بعد بھی فقہ اسلامی پر برابر کام ہو تا رہا۔اس کی تائید خود فقہی مذاہب کے اندرونی نظائر سے ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر فقہ حنفی میں خود امام صاحب اور صاحبین کے اختلافی اقوال میں سے بعد کے فقہاء نے عصری تقاضوں کی روشنی میں اجتہاد ترجیحی کے ذریعے کسی ایک قول کو اپنا لیا اور مجلۃ الاحکام العدلیہ، فتاویٰ عالمگیری اور دیگر قانونی مجموعوں کی تدوین میں بھی اسی طریقہ کار کو اپنایا گیا ہے۔اسی طرح فقہاء ہند نے زوجہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں فقہ حنفی پر مالکی مسلک کو ترجیح دی۔بحیثیت مجتہد حضرت شاہ صاحب یہ ضرور چاہتے تھے کہ جدید فکر و اسلامی اسلوب کا قالب عطا کیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے جس دور ابتلاء میں دین حق کی قندیل کو منور فرمایا وہ دور بھی انہی خصوصیات کا حامل ہے۔امت مسلمہ ان دنوں جس ذہنی اور فقہی اختلافات کے بحران سے دوچار تھی اس سے عہدہ براہ ہونے کے لئے آپؒ نے امت مسلمہ کو تقلید جامد و تعصب اور تنگ نظری کے الجھے ہوئے چنگل سے نکال کر فکر و نظر کی صاف و شفاف راہ پر گامزن کیا۔فقہی اختلافات میں افراط و تفریط کی اصل حقیقت اور آئمہ مجتہدین اور ان کے اجتہادات کا صحیح مقام واضح فرمایا۔آئمہ اربعہ کے باہمی اختلافات کے اسباب و علل پر بحث کی اور ان کے اختلافات کی وجوہ کو نہایت مدلل پیرایہ میں مفصل بیان فرمایا۔

آپ نے امت میں صحیح اسلامی فکر کا احیاء کیا روح اجتہاد کو زندہ فرمایا۔امت میں تدبر و تفکر کے ذریعے احکام و مسائل کو براہ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا کی۔کتاب و سنت کو عقائد کا ماخذ بنانے پر زور دیا۔فقہی اختلافات میں نظریہ عدل پیش کیا۔آئمہ اربعہ کے اقوال میں باہمی موافقت پیدا کی۔اجتہاد سے کام لے کر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں فتویٰ دیا۔اجتہاد کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے آپ اپنی تصنیف المصفیٰ کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اجتهاد دربرعصر فرض باکفایه است و مراد اینجا نه اجتهاد مستقل است مثل اجتهاد

---

25 J.N.D Anderson, Islamic Law in the modern world, London. 1959, p:7

شافعی داخل سائل کثیر الوقوع غیر محصورا ند۔''([26])

''اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اجتہاد ہر زمانے میں فرض کفایہ ہے لیکن اس جگہ مراد اجتہاد مستقل نہیں ہے جیسا کہ شوافع نے بہت سارے مسائل پر اجتہاد کیا ہے۔"

خلاصۃ بحث

1- فقہی اختلافات میں افراط و تفریط کی اصل حقیقت اور آئمہ مجتہدین کے اجتہادات کا صحیح مقام واضح فرمایا۔

2- آپ نے امت میں صحیح اسلامی فکر کا احیاء کیا یعنی روح اجتھاد کو زندہ فرمایا۔

3- امت میں تدبر و فکر کے ذریعے احکام و مسائل کو براہ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا کی۔

4- کتاب و سنت کو عقائد کا مآخذ بنانے پر زور دیا فقہی اختلافات میں نظریہ عدل پیش کیا۔

5- آئمہ اربعہ کے اقوال میں باہمی موافقت پیدا کی۔

6- اجتھاد سے کام لیکر کتاب و سنت، اجماع اور قیاس کی روشنی میں فتوی دیا

7- آپ نے قرآن و سنت کی روشنی میں آئمہ اربعہ کے اقوال کا جائزہ لیا اور جس امام کا قول صریح اور معروف سنت کے مطابق پایا اسے اختیار کر لیا۔

8- آپ عامی کو مجتھدین کا مقلد ہونے کے قائل تھے لیکن وہ باب اجتھاد کے بند ہونے کے قائل نہیں تھے اسی بنا پر انہوں نے مجتھدین کے مدارج قائم کیے اور اجتھاد کے لئے بڑی سخت شرائط رکھیں۔

9- آپ فقہی جمود کو پسند نہیں کرتے تھے۔

10- آپ کے اجتھادات آپ کی کتب حجۃ اللہ البالغہ، المسوی، المصفی، عقد الجید، انصاف، التفہیمات الھیہ میں جا بجا دیکھے جا سکتے ہیں۔

[26]شاہ ولی اللہ، المصفیٰ، رحیمیہ دہلی، ۱۳۵۱ھ، ج:۱، ص:۱۱
Shah Waliullah. (n.d.). Al-Muṣaffā. Rahimiah Press, Delhi. Vol. 1, p. 11